سوال

(237) نظام بیمہ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

وزیر آباد سے محمد داؤد سوال کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بیمہ کاری کے متعلق کچھ اختلاف ہوگیا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ نظام بیمہ اسلام سے متصادم نہیں ہے۔ لہذا یہ جائز ہے اوران کے بقول بہت سے علماء بھی اس کے حق میں فتویٰ دے چکے ہیں۔ جن میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بلاشبہ بیمہ کی خشت اول تعاون محض اورامداد باہمی تھی لیکن جب نظام یہودیانہ ذہنیت کی بھینٹ چڑھا تواسے خالص کاروباری شکل دے دی گئی پھر سود دھوکہ اور جوئے جیسی بدترین عناصر کواس میں شامل کرکے اس پر سے تعاون محض کی چھاپ کواتار دیا گیا اوراس میں موجود مفاسد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ سود

طالب بیمہ جو رقم اقساط کی صورت میں کمپنی کوادا کرتا ہے۔ اگر حادثہ کے وقت اس کے مساوی رقم واپس ملے تو یہ ایک جائز صورت ہے۔ لیکن اسے ادا کردہ رقم سے زیادہ کہیں رقم ملتی ہے۔ یہ زائد رقم سود ہے جس کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ زائد رقم اس کی ادا کردہ رقم کے عوض ملتی ہے۔ سود بھی اسی کا نام ہے۔ کہ ایک آدمی کچھ رقم دیتا ہے۔ پھر ایک خاص مدت کے بعد اس رقم کے عوض کچھ زائد وصول کرتا ہے۔ جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کہ تم صرفا اپنی رقم کے حقدار ہو۔''

2۔ جوا

اس کاروبار میں جوے کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک ایسا معاہدہ ہے۔ جس میں فریقین اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ دوسرے کو ایک مقررہ رقم جب متعین حادثہ پیش آئے گا۔ تو ادا کرے گا۔ اس لحاظ سے بیمہ کے جوا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیوں کہ جو آدمی ایک قسط ادا کرنے کے بعد مر جاتا ہے۔ تو اس کے نامزد کردہ وارث کو اس کی رقم سے کئی گنا زیادہ رقم ملتی ہے۔ تھوڑی سی محنت کرنے سے اتفاقی طور پر بہت زیادہ ہتھیا لینے کو میسر کہتے ہیں جو قرآن کریم کی نظر میں ایک شیطانی عمل ہے۔

3۔ دھوکہ

بیمہ کرتے وقت نہ تو طالب بیمہ کو علم ہوتا ہے کہ وہ کتنی اقساط ادا کرے گا۔ اور نہ بیمہ کمپنی جانتی ہے کہ وہ کیا وصوک کرے اور اسے کیا کچھ ادا کرنا ہوگا۔ لہذا یہ سب ''اندھا سودا'' ہے۔ جس میں غرور یعنی دھوکے کا پہلو نمایاں طور پر موجود ہے۔ اور اس دھوکہ دہی سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ مذکورہ تین خرابیوں کے علاوہ بھی بے شمار قباحتیں پائی جاتی ہیں۔ جن کے بیان کرنے کی فتویٰ میں گنجائش نہیں۔ سوال میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوے کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کے فتوے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے موجودہ بیمہ کاری کے جواز کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ تفصیل کےلئے فتاویٰ ثنائیہ صفحہ 371 ج 2 کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے اس میں مولانا داؤد راز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے توضیحی اشارات بھی ہیں۔ اس بنا پر مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے جواز بیمہ کا مسئلہ کشید کرنا درست نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی اصحاب الحدیث

جلد:1 صفحہ:267